# A screenshot of a phone Description automatically generatedA qr code on a white background Description automatically generated

**Journal of Arabic Research**

EISSN: 2664-5807, pISSN: 26645815

Publisher: Allama Iqbal Open University, Islamabad  
Journal Website: https://ojs.aiou.edu.pk/index.php/jar

Vol.08 Issue: 01 (Jan-June 2025)

Date of Publication: 10-07- 2025

HEC Category: Y

https://ojs.aiou.edu.pk/index.php/jar

|  |  |  |  |  |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| Article | | **سورۃ عبس (آیات 1–14): دعوتِ نبوی کے آداب، انسانی وقار اور قرآن کی تقدیس — لغوی، تفسیری اور تقابلی جائ زہ (بالخصوص تفسیرِ حقانی کی روشنی میں)**  **Surah ʿAbasa (Verses 1–14): The Ethics of Prophetic Daʿwah, Human Dignity, and the Sanctity of the Qur’an — A Linguistic, Exegetical, and Comparative Study in the Light of Tafsīr Ḥaqqānī** | | |
| Authors & Affiliations | | ***Zaheer Ud Din,***  M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies, University of Agriculture, Peshawar  ***Dr. Syed Naeem Badshah***  Co-Supervisor Department of Islamic Studies, University of Agriculture, Peshawar | | |
| Dates | | Received: 05-04-2025  Accepted: 30-06-2025  Published: 10-07-2025 | | |
| Citation | | ***Zaheer Ud Din Dr. Syed Naeem Badshah*,2025**  **سورۃ عبس (آیات 1–14): دعوتِ نبوی کے آداب، انسانی وقار اور قرآن کی تقدیس — لغوی، تفسیری اور تقابلی جائ زہ (بالخصوص تفسیرِ حقانی کی روشنی میں)**  [online] IRI - Islamic Research Index - Allama Iqbal Open University, Islamabad. Available at: <https://jar.aiou.edu.pk/?p=74722> [Accessed 25 December 2023]. | | |
| Copyright Information | | **سورۃ عبس (آیات 1–14): دعوتِ نبوی کے آداب، انسانی وقار اور قرآن کی تقدیس — لغوی، تفسیری اور تقابلی جائ زہ (بالخصوص تفسیرِ حقانی کی روشنی میں)**  ***Zaheer Ud Din Dr. Syed Naeem Badshah*,2025**, is licensed under Attribution-ShareAlike 4.0 International | | |
| Publisher Information | | Department of Arabic, Faculty of Arabic & Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad | | |
| **Indexing & Abstracting Agencies** | | | | |
| **IRI**  IRI - Islamic Research Index - Allama Iqbal Open University, Islamabad | **Australian Islamic Library**  Australian Islamic Library - Empowering Ummah | | **HJRS**  A red and black rectangular sign with white text  AI-generated content may be incorrect. | **DRJI**  Directory of Research Journals Indexing Logo |

ABSTRACT

This paper offers a linguistic, exegetical, and comparative study of Surah ʿAbasa (1–14), with particular emphasis on its ethical, theological, and hermeneutical dimensions. The context of revelation highlights the Prophet’s ﷺ encounter with the Quraysh elite during which ʿAbd Allāh ibn Umm Maktūm (RA) sought guidance. The Qur’an intervenes to affirm a universal principle of daʿwah: **true seekers of guidance, regardless of social status, deserve priority over those who display arrogance and self-sufficiency.**

A close philological analysis of key expressions—ʿabasa wa tawallā (to frown and turn away), istaghnā/tasaddā (self-sufficiency/turning towards), and tallahā (to be distracted)—demonstrates the Qur’an’s rhetorical precision. Exegetical debates over the antecedent of laʿallahū are examined, with classical scholars presenting divergent views that enrich interpretive possibilities. The study engages major exegetes, including Ibn Kathīr, Fakhr al-Dīn al-Rāzī, al-Zamakhsharī, al-Māturīdī, and al-Ālūsī, alongside the insights of **Tafsīr Ḥaqqānī**, which emphasizes the surah’s subtle critique (taʿrīḍ) of the Quraysh elite.

Verses 11–14 elevate the Qur’an itself as tadhkirah (a reminder), inscribed in ṣuḥuf mukarramah (honored, exalted, and purified tablets). This section underscores the sanctity, preservation, and universal relevance of revelation. Supplementary references to prophetic traditions portraying the Qur’an as ḥabl Allāh al-matīn (the Firm Rope of God), and the spiritual maxim of Imām Jaʿfar al-Ṣādiq that God discloses Himself through His Word, further reinforce the Qur’an’s centrality as the unchanging source of divine guidance.

Ultimately, the study argues that Surah ʿAbasa presents a unified vision of **ethical daʿwah, human equality before God, and the sanctity of revelation**, offering enduring guidance for both spiritual practice and social engagement.

### **Keywords:**Surah ʿAbasa; Qur’anic exegesis; daʿwah ethics; human dignity; Tafsīr Ḥaqqānī; rhetorical analysis; sanctity of the Qur’an; Abdullah ibn Umm Maktūm

تمہید:  
یہ مطالعہ سورۃ عبس کی آیات 1–14 کو تاریخی پس منظر، لغوی تحقیق اور کلاسیکی و معاصر تفاسیر کی روشنی میں یکجا کرتا ہے۔ واقعۂ نزول میں نبی اکرم ﷺ کا قریش کے سرداروں سے مکالمہ اور اسی اثناء میں حضرت عبداللہ بن اُمِّ مکتومؓ کی آمد مرکزی پس منظر بنتی ہے؛ یہاں قرآن نے داعیِ حق کو یہ اصولی رہنمائی دی کہ دعوت میں سماجی حیثیت نہیں، قلبی طلب معیار ہے—مخلص طالبِ ہدایت کو کبھی نظرانداز نہ کیا جائے۔

تحقیقی حصہ میں آیات کے کلیدی الفاظ پر لغوی و بلاغی تجزیہ پیش کیا گیا ہے:)عَبَسَ وَتَوَلّٰی(چہرہ سکیڑنا و رُخ پھیرنا)، “استغنی/تصدّی” (خودبسندگی کا گمان/متوجہ ہونا)، اور “تَلَہّٰی” (غفلت میں مشغول ہونا) کی شرح لسان العرب، تاج العروس وغیرہ سے نقل کے ساتھ آتی ہے۔ اسی طرح “لَعَلَّہٗ” کی ضمیر کے مرجع پر مفسرین کے دو معروف اقوال (ابنِ اُمِّ مکتومؓ یا کافر) نقل کر کے ترجیحات و علت بیان کی گئی ہیں۔

تفسیری مباحث میں ابنِ کثیر، رازی، زمخشری، ماتریدی اور آلوسی کے اقوال کے ساتھ دعوتِ نبوی کے اخلاقی اسباق اجاگر کیے گئے ہیں: رسول ﷺ کا منصب بلاغ و تذکیر ہے، ہدایت دینا اللہ کے اختیار میں ہے؛ اس لیے داعی کی حکمتِ عملی میں کمزور مگر طالبِ حق کو اولیت ملتی ہے، جب کہ متکبر مستغنی کے پیچھے حد سے زیادہ التفات مضر ہے۔

آیات “کَلَّا إِنَّہَا تَذْکِرَۃٌ” تا “فِی صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ مَّرْفُوعَۃٍ مُّطَہَّرَۃٍ” میں قرآن کی شانِ تقدیس، حفاظت اور آفاقی ہدایت کو محور بنایا گیا ہے؛ تفسیرِ حقانی اس مقام پر اس اسلوبِ بیان کو کفارِ قریش پر تعریض بھی قرار دیتی ہے کہ نجاستِ کفر میں ڈوبا شخص اس نور سے محروم رہتا ہے۔ “تعریض” کی اصطلاحی توضیح، “صحف” کے لغوی معنی اور ان کے مصداق (الواح/کتبِ سماویہ، فرشتوں کی تحریر و حفظ) بھی مدلّل انداز میں شامل ہیں۔

مقالہ مزید حدیثِ کتابُ اللہ (فتنہ کے دور میں قرآن کو حبلُ اللہِ المتین قرار دینے والی روایت) اور قولِ امام جعفر صادق “تجلَّی اللہ لعبادہ فی کلامہ” کی روشنی میں نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ قرآن ہی اصل مرجعِ ہدایت ہے؛ جو اسے تھامے وہی فکری و روحانی استقامت پاتا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ سورۃ عبس دعوت کے معیاراتِ اخلاق (وقارِ انسانی، مساواتِ ایمانی)، ترجیحاتِ تربیت (طالبِ حق کو مقدّم رکھنا) اور تقدیسِ قرآن کو ایک جامع بیانیے میں سمو دیتی ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ۔ أَن جَاءَهُ ٱلأَعمَىٰ۔ وَمَا يُدرِيكَ لَعَلَّهُۥ يَزَّكَّىٰٓ۔ أَو يَذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ ٱلذِّكرَىٰٓ۔ أَمَّا مَنِ ٱستَغنَىٰ۔ فَأَنتَ لَهُۥ تَصَدَّىٰ۔ وَمَا عَلَيكَ أَلَّا يَزَّكَّىٰ۔ وَأَمَّا مَن جَآءَكَ يَسعَىٰ۔ وَهُوَ يَخشَىٰ۔ فَأَنتَ عَنهُ تَلَهَّىٰ۔ كَلَّآ إِنَّهَا تَذكِرَة۔ فَمَن شَآءَ ذَكَرَهُۥ۔ فِي صُحُفٖ مُّكَرَّمَةٖ۔ مَّرفُوعَةٖ مُّطَهَّرَةَ۔

ترجمہ: ترش رو ہوا اور منہ موڑ لیا۔ اس بات پر کہ اس کے پاس ایک نابینا آیا۔ اور آپ کو کیا خبر، شاید وہ پاکیزگی اختیار کرتا۔ یا نصیحت پکڑتا، پھر نصیحت اس کے کام آتی۔ لیکن جو بے پرواہ بنا بیٹھا ہے۔ آپ اس کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں اگر وہ پاکیزگی اختیار نہ کرے۔ اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا۔ اور وہ ڈرتا ہے۔ تو آپ اس سے بے رخی کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں! بے شک یہ تو ایک نصیحت ہے۔ پس جو چاہے اسے یاد کرے۔ عزت والے صحیفوں میں۔ جو بلند مرتبہ اور پاکیزہ ہیں۔

یہ آیات نبی اکرم ﷺ کے ایک واقعے کی طرف اشارہ کرتی ہیں جب آپ نے ایک نابینا صحابی (عبد اللہ بن ام مکتومؓ) کی بات پر توجہ نہ دی اور قریش کے سرداروں کی جانب متوجہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اس رویے پر متنبہ کرتے ہوئے نابینا کی طرف توجہ نہ دینے کو ناپسند فرمایا۔ ان آیات میں انسانی برابری اور تقویٰ کی بنیاد پر عزت و عظمت کی تعلیم دی گئی ہے۔ اللہ کے نزدیک اصل قدر و منزلت ایمان اور عمل صالح کی بنیاد پر ہے، نہ کہ مال و دولت یا حیثیت پر۔ یہ نصیحت کی گئی ہے کہ دین کی دعوت میں کسی بھی مخلص طالب حق کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ قرآن کو ایک بلند اور پاکیزہ نصیحت قرار دیا گیا ہے جو ہر ایک کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ جو اس نصیحت کو اپنانا چاہے، وہ اپنا فائدہ کرے گا، ورنہ اللہ کی حکمت میں کوئی کمی نہیں۔

**سورہ عبس کی وجہ تسمیہ:**

سورہ عبس کا نام اس کے پہلے لفظ "عبس" سے لیا گیا ہے، جس کا مطلب ہے "منہ بنانا" یا "ناگواری کا اظہار کرنا"۔ یہ سورہ نبی اکرم ﷺ کی ایک مخصوص حالت کو بیان کرتی ہے جب ایک نابینا صحابی، حضرت عبد اللہ بن ام مکتومؓ، آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور ایک واقعہ پیش آیا۔ "تفسیر منیر" میں امام زحیلیؒ سورہ عبس کی وجہ تسمیہ لکھتے ہیں:

"سميت سورة (عبس) لافتتاحها بهذا الوصف البشري المعتاد الذي تقتضيه الجبلّة الإنسانية، ويغلب على الإنسان حينما يكون مشغولا بأمر مهم، ثم يطرأ عليه أمر آخر لصرفه عن الأمر السابق، ومع ذلك عوتب النبي صلى الله عليه وسلم على عبوسه تساميا لقدره، وارتفاعا بمنزلته النبوية۔"[[1]](#endnote-1)

ترجمہ: سورۃ "عبس" کو اس انسانی وصف کی بنا پر نام دیا گیا ہے جو کہ فطری طور پر انسان کی جبلت کا حصہ ہے۔ یہ کیفیت عام طور پر اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب انسان کسی اہم کام میں مشغول ہو اور اچانک کوئی اور معاملہ اس کی توجہ ہٹانے کے لیے سامنے آ جائے۔ اس کے باوجود، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے عبوس ہونے پر تنبیہ کی گئی، تاکہ ان کے بلند مقام اور نبوی مرتبے کی عظمت کو اجاگر کیا جا سکے۔

عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ۔ أَن جَاءَهُ ٱلأَعمَىٰ

**شان نزول:**

شان نزول کے مطابق نبی اکرم ﷺ قریش کے چند بڑے سرداروں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور ان کے ایمان لانے کی توقع رکھتے تھے۔ اسی دوران حضرت عبد اللہ بن ام مکتومؓ (جو نابینا تھے) آئے اور آپ ﷺ سے دین کے بارے میں سوالات کرنے لگے۔ نبی اکرم ﷺ کو یہ بات ناگوار گزری کہ ان کی توجہ قریش کے سرداروں سے ہٹ گئی، اور آپ ﷺ نے بےچینی کا اظہار کیا۔ اسی پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔علامہ ابن کثیرؒ نے اس سورت کا شانِ نزول کے بارے میں اپنی تفسیر میں یوں لکھتے ہیں:

"ذَكَرَ غيرُ وَاحِدٍ مِنَ الْمُفَسِّرِينَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَوْمًا يخاطبُ بَعْضَ عُظَمَاءِ قُرَيْشٍ، وَقَدْ طَمع فِي إِسْلَامِهِ، فَبَيْنَمَا هُوَ يُخَاطِبُهُ وَيُنَاجِيهُ إِذْ أَقْبَلَ ابنُ أُمِّ مَكْتُومٍ-وَكَانَ مِمَّنْ أَسْلَمَ قَدِيمًا-فَجَعَلَ يَسْأَلُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ شَيْءٍ وَيُلِحُّ عَلَيْهِ، وودَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنْ لَوْ كَفَّ سَاعَتَهُ تِلْكَ لِيَتَمَكَّنَ مِنْ مُخَاطَبَةِ ذَلِكَ الرَّجُلِ؛ طَمَعًا وَرَغْبَةً فِي هِدَايَتِهِ. وعَبَس فِي وَجْهِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ وَأَعْرَضَ عَنْهُ، وَأَقْبَلَ عَلَى الْآخَرِ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عز وجل: (عَبَسَ وَتَوَلَّى \* أَنْ جَاءَهُ الأعْمَى \* وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّى)۔" [[2]](#endnote-2)

ترجمہ: کئی مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے کسی بڑے سردار سے بات کر رہے تھے، اور آپ کو امید تھی کہ وہ اسلام قبول کرے گا۔ جب آپ اس سے گفتگو اور دعوت میں مصروف تھے، تو ابنِ امِ مکتوم رضی اللہ عنہ، جو کہ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے، وہاں آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے لگے۔ وہ بار بار اپنے سوال دہرا رہے تھے، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ وہ کچھ دیر رک جائیں تاکہ آپ اس سردار سے بات چیت مکمل کر سکیں، اس امید پر کہ وہ ہدایت پا لے۔

اسی دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ امِ مکتوم رضی اللہ عنہ کی طرف ناگواری سے دیکھا اور ان سے منہ موڑ لیا، اور اپنی توجہ اس سردار پر مرکوز رکھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

"عبس و تولی \* أن جاءه الأعمى \* وما يدريك لعله يزكى۔"

**”عبس“کا لغوی معنی:**

”عبس“ اس کا مطلب ہے چہرے پر ناگواری یا تیوری چڑھانا۔ "لسان العرب" میں ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

" عَبْساً وعَبَّس: قَطَّبَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ ۔" [[3]](#endnote-3)

ترجمہ: "عبس: کا مطلب ہے کہ اس نے اپنے دونوں بھنوؤں کے درمیان شکن ڈالی۔"

علامہ سمرقندیؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قوله تعالى: عَبَسَ وَتَوَلَّى أي: كلح وأعرض بوجهه۔" [[4]](#endnote-4)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے فرمان: "عبس وتولی" کا مطلب ہے: اسنے چہرہ بگاڑا اور اپنا رُخ موڑ لیا۔"

وَمَا يُدرِيكَ لَعَلَّهُۥ يَزَّكَّى

**"لعلہ" کی ضمیر کا مرجع:**

مولانا عبدالحقؒ "لعلہ" کی ضمیر کےمرجع میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بعض مفسرین کہتے ہیں کہ "لعلہ" کی ضمیر کافر کی طرف پھرتی ۔ طرف تب اس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ اے محمد! تجھے کیا معلوم کہ وہ کافر ( کہ جس کے سمجھانے کے لئے اس قدر درد سری اور عرق ریزی کر رہے ہیں اور اس کی طرف ایسے متوجہ ہیں کہ اس اندھے کی بات کا جواب بھی نہیں دیتے بلکہ کے درمیانی سوال سے ترش رو ہوتے ہیں ) سمجھ ہی جاوے گا۔ اس کی ضیافت کفر اس سے دور ہو جاوے گی یادہ سمجھا جاوے گا اور اس کو تیری نصیحت سے نفع پہنچے گا ؟ پھر جب یہ معلوم نہیں تو اس کی طرف اس قدر توجہ اور اس اندھے غریب سے کہ جس میں استعداد ہے بے اعتنائی کرنا کیا!"

اس آیت میں "لعلہ" کی ضمیر کے مرجع کے بارے میں مفسرین کے دو اہم اقوال ہیں:

زیادہ تر مفسرین کی رائے میں یہاں "لعلہ" کی ضمیر حضرت عبد اللہ بن اُم مکتومؓ کی طرف لوٹتی ہے۔ یعنی یہ امکان ظاہر کیا گیا کہ شاید وہ نصیحت قبول کرتے اور روحانی پاکیزگی حاصل کرتے۔

بعض مفسرین کے نزدیک "لعلہ" سے مراد کافر ہو سکتا ہے، مطلب یہ کہ آپ کافر سے نصیحت قبول کرکے اسلام قبول کرنے کی توقع رکھتے ہیں۔ جبکہ ان کے نصیحت قبول کرنے کے بارے میں آپ ﷺ کو یقینی طور پر علم بھی نہیں ہے۔ چنانچہ امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں "لعلہ" کی ضمیر کا مرجع بیان کرتے ہوئے مفسرین کے دونوں قول نقل کرکے لکھتے ہیں:

"فِيهِ قَوْلَانِ: الْأَوَّلُ: أَيُّ شَيْءٍ يَجْعَلُكَ دَارِيًا بِحَالِ هَذَا الْأَعْمَى لَعَلَّهُ يَتَطَهَّرُ بِمَا يَتَلَقَّنُ مِنْكَ، مِنَ الْجَهْلِ أَوِ الْإِثْمِ، أَوْ يَتَّعِظُ فَتَنْفَعَهُ ذِكْرَاكَ أَيْ مَوْعِظَتُكَ، فَتَكُونَ لَهُ لُطْفًا فِي بَعْضِ الطَّاعَاتِ۔أَنَّ الضَّمِيرَ فِي لَعَلَّهُ لِلْكَافِرِ، بِمَعْنَى أَنْتَ طَمِعْتَ فِي أَنْ يَزَّكَّى الْكَافِرُ بِالْإِسْلَامِ أَوْ يَذَّكَّرَ فَتُقَرِّبَهُ الذِّكْرَى إِلَى قَبُولِ الْحَقِّ: وَما يُدْرِيكَ أَنَّ مَا طَمِعْتَ فِيهِ كَائِنٌ۔" [[5]](#endnote-5)

ترجمہ: "اس آیت کے بارے میں دو اقوال ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ: کون سی چیز تمہیں یہ جاننے پر آمادہ کرتی ہے کہ اس نابینا کے حال کو سمجھو؟ شاید وہ تم سے سن کر اپنے جہل یا گناہ سے پاک ہو جائے، یا نصیحت قبول کر لے اور تمہاری یاد دہانی (موعظہ) اسے فائدہ دے، اور تمہارے ذریعے اسے کچھ عبادات میں مدد مل جائے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ "لعلہ" کا ضمیر کافر کے لیے ہے، یعنی تم نے یہ امید رکھی کہ یہ کافر اسلام کے ذریعے پاک ہو جائے گا، یا وہ نصیحت سن کر متاثر ہو اور یہ نصیحت اسے حق قبول کرنے کے قریب لے آئے۔ لیکن تمہیں کیا معلوم کہ تمہاری امید پوری ہوگی یا نہیں؟"

**تفسیر کے اہم نکات:**

نبی ﷺ کو اس آیت کے ذریعے یہ رہنمائی دی گئی کہ دعوتِ دین میں کسی بھی فرد کی ظاہری حیثیت (مثلاً سرداری یا غربت) کو ترجیح نہیں دی جانی چاہیے بلکہ طلبِ ہدایت رکھنے والے ہر شخص کو برابر توجہ دی جائے۔

"یزکی" کا مطلب ہے روحانی پاکیزگی اور برائیوں سے بچنا۔ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ہدایت کے لیے دل کی طلب ضروری ہے، چاہے انسان ظاہری طور پر کسی بھی حال میں ہو۔ یہ آیات نبی کریم ﷺ کی طرف تنبیہ کے طور پر نازل ہوئیں لیکن ان میں نرمی اور محبت کا پہلو غالب ہے۔ یہ نبی ﷺ کی عظیم اخلاقی تربیت کی ایک مثال ہے۔ یہ آیات عبد اللہ بن اُم مکتومؓ کی طلبِ ہدایت کی سچائی اور اخلاص کو ظاہر کرتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے دل میں ان کے لیے عزت اور محبت مزید بڑھ گئی، یہاں تک کہ بعد میں آپ ﷺ انہیں مدینہ کا نائب مقرر کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ زمخشری "تفسیر کشاف" میں لکھتے ہیں:

" فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكرمه ويقول إذا رآه: مرحبا بمن عاتبني فيه ربى، ويقول له: هل لك من حاجة؟ واستخلفه على المدينة مرتين۔" [[6]](#endnote-6)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ اس نابینا شخص کی عزت کرتے تھے اور جب اسے دیکھتے تو فرماتے: "اس شخص کو خوش آمدید، جس کے بارے میں میرے رب نے مجھے تنبیہ فرمائی۔" اور اس سے فرماتے: "کیا تمہاری کوئی ضرورت ہے؟" اور آپ ﷺ نے اسے مدینہ پر دو مرتبہ اپنا نائب مقرر کیا۔

أَو يَذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ ٱلذِّكرَىٰٓ

"أَو يَذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ ٱلذِّكرَىٰٓ" کی تفسیر:

لفظ "أَوْ" یہاں "یا" کے معنی میں ہے، جو اختیار یا امکان کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کی طلبِ ہدایت کے دو مقاصد ہو سکتے ہیں: یا وہ نصیحت حاصل کرے، یا وہ نصیحت سے فائدہ اٹھائے۔

"يَذَّكَّرُ" اس کا مطلب ہے "وہ نصیحت حاصل کرے" یا "یاد دہانی حاصل کرے"۔ یہاں مراد یہ ہے کہ یہ شخص دینی علم حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ اپنی زندگی کو بہتر بنا سکے۔

"فَتَنفَعَهُ الذِّكْرَىٰ" یعنی "اور نصیحت اس کے لیے فائدہ مند ہو"۔ اس کا مطلب ہے کہ جب وہ اللہ کے احکام کو سمجھے گا تو وہ اس کی اصلاح اور روحانی ترقی کا باعث بنے گی۔ چنانچہ علامہ واحدیؒ نے "تفسیر بسیط" میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

"{أَوْ يَذَّكَّرُ} أي يتذكر فيتعظ بما يعلمه من مواعظ القرآن. {فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرَى} الموعظة۔" [[7]](#endnote-7)

ترجمہ: "أَوْ يَذَّكَّرُف" یعنی وہ نصیحت کو یاد کرے اور قرآن کی نصیحتوں سے عبرت حاصل کرے۔ "ففَتَنْفَعَهُ الذِّكْرَى" یعنی نصیحت اسے فائدہ دے۔

أَمَّا مَنِ ٱستَغنَىٰ۔ فَأَنتَ لَهُۥ تَصَدَّىٰ۔ وَمَا عَلَيكَ أَلَّا يَزَّكَّىٰ

**"استغنی" اور "تصدی" کے لغوی معنی:**

"استغنی" یہ لفظ "غنی" سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں بے نیاز ہونا، کفایت پانا، یا کسی چیز کی احتیاج نہ ہونا۔ "استغنی" کا مطلب ہے اپنے آپ کو کسی چیز سے بے نیاز یا مستغنی سمجھنا۔ "المعجم الوسیط" میں اس کا معنی یوں بیان ہوا ہے:

"(اسْتغنى) اغتنى وَبِه اكْتفى وَالله سَأَلَهُ أَن يُغْنِيه۔" [[8]](#endnote-8)

ترجمہ: "استغنی" کا مطلب ہے مالدار ہوا اور اس پر اکتفا کیا، اور اللہ سے دعا کی کہ وہ اسے بے نیاز کر دے۔"

"تصدی" "صَدَّیٰ" سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں توجہ دینا، دھیان کرنا، یا کسی کی طرف متوجہ ہونا۔ تصدی کا مطلب ہے کسی کی طرف مائل ہونا یا اس کی بات سننے کے لیے رجوع کرنا۔ "صدی" کا معنی "تاج العروس" میں یوں بیان ہوا ہے:

"{وتَصَدَّى لَهُ: تَعَرَّضَ) رافِعاً رأْسَه إِلَيْهِ. وَقَالَ الجوهريُّ: وَهُوَ الَّذِي تَسْتَشْرِفُه ناظِراً إِلَيْهِ۔" [[9]](#endnote-9)

ترجمہ: "تَصَدَّى" کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان (کفار) کی طرف متوجہ ہو کر ان کی طرف سر اٹھایا۔ اور جوہری[[10]](#endnote-10) کہتے ہیں کہ یہ وہ ہے جس کی طرف آپ ﷺ دیکھنے کے لیے نظریں بلند کریں۔

**مشرکین کی بے نیازی:**

اس آیت سے مراد قریش کے وہ سردار ہیں جو دین کے بارے میں بے نیازی اور تکبر کا رویہ اختیار کیے ہوئے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو دولت، مقام، اور دنیاوی کامیابیوں کے باعث اپنی ضرورتوں کو خود کفیل سمجھتے تھے اور دین کو اہمیت نہیں دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو تنبیہ فرما رہے ہیں کہ آپ ان لوگوں کی طرف زیادہ توجہ دے رہے ہیں جو دین کو قبول کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتے، حالانکہ وہ اس کے مستحق نہیں ہیں۔ اس آیت کی تفسیر کرتے علامہ ماتریدیؒ فرماتے ہیں:

"استغنى بالذي زين له الشيطان عما جئت به. أو يكون على الغناء المعروف؛ لأن الذين أقبل عليهم بوجهه كانوا أهل ثروة وغناء، فأقبل عليهم؛ رجاء أن يسلموا فيتبعهم أتباعهم في الإسلام؛ إذ كانوا من رؤسائهم وأجلتهم۔(فَأَنْتَ لَهُ تَصَدَّى ‌‌(6) أي: مقبل عليه بوجهك۔ (وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّى ‌‌(7) أي: ليس عليك غير التذكير إذا أعرض عنك وعاداك لم يمكن منه إلحاق ضرر بك؛ بل اللَّه يعصمك، ويدفع عنك شره۔" [[11]](#endnote-11)

ترجمہ: "اس آیت میں "استغنى" کے معنی یہ ہیں کہ کافروں نے شیطان کے دھوکے سے جو ان کے لیے زینت بنایا تھا، اس پر اکتفا کر لیا اور وہ اس سے بے نیاز ہو گئے جو آپ ﷺ لائے تھے۔

یا "غناء" سے مراد مال و دولت ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ لوگ جن کی طرف رسول اللہ ﷺ متوجہ تھے، وہ مالدار اور صاحب حیثیت تھے۔ آپ ﷺ ان کی طرف اس امید سے متوجہ ہوئے کہ وہ اسلام قبول کریں گے، اور ان کے پیروکار بھی ان کے ساتھ اسلام قبول کر لیں گے، کیونکہ وہ ان کے سردار اور معزز افراد تھے۔

"فَأَنْتَ لَهُ تَصَدَّى" یعنی آپ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّى" یعنی آپ ﷺ پر کچھ لازم نہیں کہ اگر وہ پاکیزہ نہ ہو۔ آپ کا کام صرف یاد دہانی کرانا ہے، اگر وہ آپ سے منہ موڑے اور آپ کی مخالفت کرے تو آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کرے گا اور ان کے شر سے آپ کو محفوظ رکھے گا۔"

**نبی کریم کا منصبِ رسالت:**

اس آیت میں یہ واضح کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کا بنیادی کام اللہ کا پیغام پہنچانا ہے اور لوگوں کو ہدایت کی طرف بلانا ہے۔ لیکن یہ کہ کون ہدایت قبول کرے گا یا کون نیک بنے گا، یہ نبی ﷺ کی ذمہ داری نہیں بلکہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ اس بات کو بیان کرتے ہوئے امام رازیؒ لکھتے ہیں:

"الْمَعْنَى لَا شَيْءَ عَلَيْكَ فِي أَنْ لَا يُسْلِمَ مَنْ تَدْعُوهُ إِلَى الْإِسْلَامِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ، أَيْ لَا يَبْلُغَنَّ بِكَ الْحِرْصُ عَلَى إِسْلَامِهِمْ إِلَى أَنْ تُعْرِضَ عَمَّنْ أَسْلَمَ لِلِاشْتِغَالِ بِدَعْوَتِهِمْ۔" [[12]](#endnote-12)

ترجمہ: "آپ پر کچھ لازم نہیں کہ جو شخص آپ اسے اسلام کی دعوت دیں وہ اسلام قبول کرے، کیونکہ آپ پر صرف پہنچا دینا لازم ہے، یعنی آپ کی اسلام لانے کے لیے ان کی خواہش اس حد تک نہ پہنچے کہ آپ ان سے مشغول ہو جائیں جو پہلے ہی اسلام لا چکے ہیں۔"

اس واقعے کی روشنی میں اللہ نے یہ تعلیم دی کہ اللہ کے نزدیک برتری کا معیار مال، حیثیت یا مقام نہیں بلکہ تقویٰ اور دل کی پاکیزگی ہے۔ صحابہ میں حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم [[13]](#endnote-13)جیسے مخلص افراد زیادہ لائق تھے کیونکہ ان کے دل ہدایت کے لیے کھلے تھے، جبکہ کفارِ قریش اپنی ضد اور تکبر کی وجہ سے ہدایت سے دور تھے۔ نبی کریم ﷺ کی یہ کوشش کہ سرداروں کو اسلام کی طرف مائل کیا جائے، دعوت کے حکمتِ عملی پہلو کو ظاہر کرتی ہے۔ لیکن اللہ نے اس واقعہ کے ذریعے آپ کو یہ سبق دیا کہ مخلص افراد کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے، چاہے وہ دنیاوی لحاظ سے کمزور ہی کیوں نہ ہوں۔ چنانچہ علامہ آلوسیؒ رحمہ اپنی تفسیر "روح المعانی" میں لکھتے ہیں:

"عن ابن عباس بعد أن قضى عليه الصلاة والسلام نجواه وذهب إلى أهله، وجوز كونه إرشادا بليغا إلى ترك المعاتب عليه عليه الصلاة والسلام بناء على أن النزول في أثناء ذلك وقبل انقضائه. وفي بعض الآثار أنه صلى الله عليه وسلم بعد ما عبس في وجه فقير ولا تصدى لغني وتأدب الناس بذلك أدبا حسنا فقد روي عن سفيان الثوري أن الفقراء كانوا في مجلسه أمراء۔" [[14]](#endnote-14)

ترجمہ: "ابن عباس نے کہا کہ جب نبی اکرم ﷺ نے اپنی گفتگو ختم کی اور اپنے اہل کی طرف لوٹ گئے، تو یہ تنبیہ دراصل ان کے لیے ایک شاندار رہنمائی تھی کہ وہ اس بات سے بچیں جس پر ان کو نرمی سے سرزنش کی گئی تھی، اور یہ نزول اسی دوران ہوا۔ بعض روایات میں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک فقیر کے چہرے کی طرف بے توجہی کی اور امیر کی طرف متوجہ ہوئے، جس سے لوگوں نے ایک خوبصورت ادب سیکھا۔ سفیان ثوری نے روایت کیا ہے کہ فقیر نبی ﷺ کی مجلس میں سردار بن کر بیٹھتے تھے۔"

خلاصہ یہ کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت نیت اور دل کی صفائی کی ہے، نہ کہ کسی کی دنیاوی حیثیت۔ نبی کریم ﷺ کا کام اللہ کے احکامات اور پیغام کو ہر ایک تک پہنچانا تھا، چاہے وہ سردار ہوں یا عام افراد۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ کون ہدایت کا زیادہ حق دار اور لائق ہے۔

"وَأَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْعَىٰ وَهُوَ يَخْشَىٰ فَأَنتَ عَنْهُ تَلَهَّىٰ

**”تلھی“ کا لغوی معنی:**

”تلھی“ کا لغوی معنی ہے "غافل ہونا" یا "توجہ نہ دینا"۔ یہ لفظ "لَهَا" سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے "غفلت برتنا" یا "کسی چیز سے مشغول ہونا"۔ "لسان العرب" میں "اللَّهْو" کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اللَّهْو: مَا لَهَوْت بِهِ ولَعِبْتَ بِهِ وشغَلَك مِنْ هَوًى وطَربٍ وَنَحْوِهُمَا۔" [[15]](#endnote-15)

ترجمہ: "لہو" وہ چیز جس سے تم دل بہلاؤ اور کھیل میں مشغول ہو، اور جو تمہیں شوق یا طرب جیسی چیزوں میں مصروف کر دے۔"

**دعوت دینے کے زیادہ لائق کون؟**

"وَأَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْعَىٰ" کا مطلب ہے کہ جو شخص تیزی سے آپ کے پاس آیا، یعنی حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم، اور "وَهُوَ يَخْشَىٰ" یعنی وہ اللہ سے ڈرتے ہیں اور دین کی طلب رکھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو اس واقعے کے ذریعے یہ سبق دیا گیا کہ دین کی طلب رکھنے والے شخص کی طرف زیادہ توجہ دی جائے، چاہے وہ معاشرتی حیثیت میں کمزور ہی کیوں نہ ہو۔چنانچہ "تفسیر طبری" میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

"يقول: وأما هذا الأعمى الذي جاءك سعيا، وهو يخشى الله ويتقيه (فَأَنْتَ عَنْهُ تَلَهَّى) يقول: فأنت عنه تعرض، وتشاغل عنه بغيره وتغافل۔" [[16]](#endnote-16)

ترجمہ: "وہ نابینا جو آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آیا، اور اللہ سے ڈرنے اور تقویٰ کرنے والا تھا، (آپ اس سے بے توجہی برت رہے ہیں)، یعنی آپ اسے چھوڑ کر دوسروں کے ساتھ مشغول ہو گئے اور اس کی طرف توجہ نہ دی۔"

كَلَّآ إِنَّهَا تَذكِرَة۔ فَمَن شَآءَ ذَكَرَهُ

**”تذکرہ“ کا مصداق:**

علامہ ابن جریر طبری نے بھی ”تذکرہ“ کو قرآن مجید قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ نصیحت اور ہدایت کے لیے ہے۔

امام قرطبی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ ”تذکرہ“ سے مراد وہ نصیحت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دی ہے تاکہ وہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔

یہ آیت اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ قرآن مجید ایک نصیحت ہے اور جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اختیار دیا ہے کہ وہ اس نصیحت کو قبول کریں یا رد کریں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تنبیہ ہے کہ قرآن مجید کو سنجیدگی سے لیا جائے اور اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔

**قرآن تمام نبی نوع انسان کا رہنما:**

قرآن ہمیں اللہ سے جوڑتی ہے اور ہمیں سیدھے راستے پر قائم رکھتی ہے۔ قرآن کی ہدایت ہمیں دنیا اور آخرت میں کامیابی کی ضمانت دیتی ہے۔ قرآن کو اللہ کی مضبوط رسی قرار دیا گیا ہے۔ یہ ایک بہت ہی خوبصورت اور بلیغ تشبیہ ہے۔ یہ رسی ہمیں گمراہی اور تباہی سے بچاتی ہے اور ہمیں اللہ کی رحمت اور فضل کی طرف لے جاتی ہے۔ چنانچہ ترمذی کی ایک حدیث میں ہے:

"عَنْ الحَارِثِ، قَالَ: مَرَرْتُ فِي المَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ يَخُوضُونَ فِي الأَحَادِيثِ فَدَخَلْتُ عَلَى عَلِيٍّ، فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ المُؤْمِنِينَ، أَلَا تَرَى أَنَّ النَّاسَ قَدْ خَاضُوا فِي الأَحَادِيثِ، قَالَ: وَقَدْ فَعَلُوهَا؟ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: أَمَا إِنِّي قَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: «أَلَا إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةٌ». فَقُلْتُ: مَا المَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: " كِتَابُ اللَّهِ فِيهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ، وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ، وَهُوَ الفَصْلُ لَيْسَ بِالهَزْلِ، مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللَّهُ، وَمَنْ ابْتَغَى الهُدَى فِي غَيْرِهِ أَضَلَّهُ اللَّهُ، وَهُوَ حَبْلُ اللَّهِ المَتِينُ، وَهُوَ الذِّكْرُ الحَكِيمُ، وَهُوَ الصِّرَاطُ المُسْتَقِيمُ، هُوَ الَّذِي لَا تَزِيغُ بِهِ الأَهْوَاءُ، وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الأَلْسِنَةُ، وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ العُلَمَاءُ، وَلَا يَخْلَقُ عَلَى كَثْرَةِ الرَّدِّ، وَلَا تَنْقَضِي عَجَائِبُهُ، هُوَ الَّذِي لَمْ تَنْتَهِ الجِنُّ إِذْ سَمِعَتْهُ حَتَّى قَالُوا: {إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ} [الجن: 2] مَنْ قَالَ بِهِ صَدَقَ، وَمَنْ عَمِلَ بِهِ أُجِرَ، وَمَنْ حَكَمَ بِهِ عَدَلَ، وَمَنْ دَعَا إِلَيْهِ هَدَى إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ " خُذْهَا إِلَيْكَ يَا أَعْوَرُ۔" [[17]](#endnote-17)

ترجمہ: "حارث [[18]](#endnote-18)سے روایت ہے کہ میں مسجد میں گزرا تو دیکھا کہ لوگ باتوں میں مشغول ہیں، پھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہا: اے امیر المؤمنین، کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ لوگ باتوں میں مشغول ہو گئے ہیں؟ انہوں نے کہا: کیا واقعی؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ’’جان لو، یہ ایک فتنہ ہوگا۔‘‘ میں نے کہا: یا رسول اللہ، اس سے بچنے کا راستہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ’’اللہ کی کتاب، اس میں تم سے پہلے کی خبریں ہیں، تمہارے بعد کی باتیں اور تمہارے درمیان فیصلے ہیں۔ یہ مزاح نہیں، جو جابر اسے چھوڑے گا اللہ اسے ہلاک کرے گا، اور جو ہدایت اس کے علاوہ تلاش کرے گا اللہ اسے گمراہ کرے گا۔ یہ اللہ کی مضبوط رسی ہے، یہ ذکر حکیم اور سیدھا راستہ ہے، نہ اس سے خواہشات بھٹکتی ہیں، نہ زبانیں الجھتی ہیں، نہ علماء اس سے سیر ہوتے ہیں، نہ زیادہ تکرار سے پرانا ہوتا ہے، نہ اس کے عجائبات ختم ہوتے ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جسے جنات نے سنا تو کہا: "{إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ} " جو اس کے مطابق کہے گا وہ سچ بولے گا، جو اس پر عمل کرے گا وہ اجر پائے گا، اور جو اس کے مطابق فیصلہ کرے گا وہ انصاف کرے گا، اور جو اس کی طرف بلائے گا وہ سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرے گا۔"

**امام جعفر صادق کے قول کی تخریج اور تشریح:**

امام جعفر صادق [[19]](#endnote-19)علیہ السلام کا یہ قول "تجلی اللہ لعبادہ فی کلامہ ولکنھم لایبصرون" شیعوں کی کتاب ”بحار الانوار“ میں جلد 107 صفحہ 89 پر موجود ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول "تجلی اللہ لعبادہ فی کلامہ ولکنھم لایبصرون" کی تشریح اور وضاحت یہ ہے کہ یہ قول اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی تجلی اپنے کلام (قرآن مجید) میں ظاہر کی ہے، لیکن بہت سے لوگ اس حقیقت کو سمجھنے اور دیکھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس میں اللہ کی صفات اور عظمت کا اظہار ہے۔ اس کی تلاوت اور اس پر غور و فکر کرنا اللہ کی تجلی کو دیکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی صفات، احکام، اور ہدایات کو بیان کیا ہے، اور جو لوگ اس پر غور و فکر کرتے ہیں، وہ اللہ کی تجلی کو محسوس کر سکتے ہیں۔

اس قول کی وضاحت میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اپنی حکمت اور علم کو ظاہر کیا ہے، اور جو لوگ اس کلام کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ اللہ کی تجلی کو دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن جو لوگ قرآن مجید کی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہیں یا اس پر غور و فکر نہیں کرتے، وہ اس تجلی کو دیکھنے سے محروم رہتے ہیں۔

فِي صُحُفٖ مُّكَرَّمَةٖ۔ مَّرفُوعَةٖ مُّکرمة

**کفار پر تعریض:**

مفسر علام اپنی تفسیر "تفسیر حقانی" میں اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اب قرآن مجید کی چند خوبیاں بیان فرماتا ہے اور ضمنا کفار قریش پر تعریض بھی کرتا ہے جو نجاست کفر فسق و حب شہوات میں آلودہ تھے اور ان کو قرآن عظیم کی طرف التفات نہ تھا اور وہ تعریض یہ ہے کہ یہ قرآن ایسے پاک ہاتھوں کا لکھا ہوا بلند شان اور ان میں ہے کہ نا پاک اور ونی لوگ اگر اس سے تحفر کریں اور اس کی خوبیوں سے ان کی آنکھیں اندھی رہیں اور ان کے ناپاک ہاتھ اس کو تلات کرنے میں میں نہ کریں تو کچھ تجب نہیں۔ اس لیے اے پیغمبر آپ ان کی طرف متوجہ نہ ہوں بلکہ ظاہر کا اندھا روشن دل ہے وہی اس کا مشتق ہے۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کی عظمت اور اس کی حفاظت کا ذکر کیا ہے۔ ان میں کفار پر تعریض کی گئی ہے۔

**تعریض کی تعریف اور مثال:**

تعریض کا مطلب ہے کسی بات کو بغیر صراحت کے کہنا، یعنی اشارے یا کنایے سے بات کرنا۔ اس میں مخاطب کو براہ راست بات نہیں بتائی جاتی، بلکہ اشاروں میں بات کی جاتی ہے۔ چنانچہ "التعریفات للجرجانی" میں تعریض کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے:

"التعريض في الكلام: ما يفهم به السامع مراده من غير تصريح۔" [[20]](#endnote-20)

ترجمہ: "کلام میں تعریض: ایسی بات جسے سامع بغیر کسی صراحت کے مطلب سمجھ لے۔

مثال کے طور پر، اگر کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے اور آپ اسے براہ راست جھوٹا کہنے کے بجائے کہیں کہ “سچ بولنے والے کو اللہ پسند کرتا ہے، تو یہ تعریض کہلائے گی۔

**”صحف“ کا لغوی معنی اور اس کے مصداق میں مفسرین کے اقوال:**

”صحف“ جمع ہے ”صحیفة“ کا اور اس کا لغوی معنی ہے “کتاب” یا “تحریر”۔ "مقاییس اللغہ" میں "صحیفۃ" کا معنی یوں لکھا ہے:

"الصَّحِيفَةُ، وَهِيَ الَّتِي يُكْتَبُ فِيهَا، وَالْجَمْعُ: صَحَائِفُ، ‌وَالصُّحُفُ أَيْضًا۔" [[21]](#endnote-21)

ترجمہ: "صحیفہ: وہ ہے جس پر لکھا جاتا ہے، اور اس کی جمع صحف بھی ہے۔"

مفسرین نے ”صحف“ کے مختلف مصداق بیان کیے ہیں:

امام طبری کے مطابق، صحف سے مراد وہ کتابیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر نازل کیں، اور یہ کتابیں فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں جو انہیں محفوظ رکھتے ہیں۔

"صحف" سے مراد وہ کتابیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر نازل کیں، اور یہ کتابیں فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں جو انہیں لکھتے اور محفوظ رکھتے ہیں۔ علامہ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر لکھتے ہیں:

"أَيْ: هَذِهِ السُّورَةُ أَوِ الْعِظَةُ، وَكِلَاهُمَا مُتَلَازِمٌ، بَلْ جَمِيعُ الْقُرْآنِ (فِي صُحُفٍ مُكَرَّمَةٍ) أَيْ: مُعَظَّمَةٍ مُوَقَّرَةٍ (مَرْفُوعَةٍ) أَيْ: عَالِيَةِ الْقَدْرِ، (مُطَهَّرَةٍ) أَيْ: مِنَ الدَّنَسِ وَالزِّيَادَةِ وَالنَّقْصِ۔" [[22]](#endnote-22)

ترجمہ: "یہ سورت یا یہ نصیحت ہے اور دونوں لازم وملزوم ہیں، بلکہ پورا قرآن پاک صحیفوں میں محفوظ ہے جو معزز اور محترم ہیں۔ "مرفوعۃ" یعنی بلند مقام والی، اور "مطھرۃ" یعنی ہر قسم کی ناپاکی، زیادتی اور کمی سے پاک ہیں۔"

یہ آیات ہمیں بتاتی ہیں کہ قرآن ایک مقدس اور محفوظ کتاب ہے، جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز ہے اور فرشتوں کے ذریعے محفوظ کی گئی ہے۔

**خلاصہ تفسیر:**

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یاد دلایا کہ دین میں کسی کی حیثیت نہیں، بلکہ اخلاص اہم ہے۔ نابینا صحابی کی طرف توجہ نہ دینے پر تنبیہ کی گئی اور قرآن کو ایک بابرکت نصیحت قرار دیا گیا۔ ان آیات میں مساوات اور ہدایت کے پیغام کو اہمیت دی گئی۔

**الھوامش**

1. (تفسیر منیر للزحیلی، 30: 56) [↑](#endnote-ref-1)
2. (تفسیر ابن کثیر، 8: 319) [↑](#endnote-ref-2)
3. (لسان العرب، 6 :128) [↑](#endnote-ref-3)
4. (تفسیر سمرقندی، 3: 546) [↑](#endnote-ref-4)
5. (تفسیر رازی، 31: 54) [↑](#endnote-ref-5)
6. (تفسیر کشاف،4: 701) [↑](#endnote-ref-6)
7. (تفسیر بسیط، 23: 212) [↑](#endnote-ref-7)
8. (المعجم الوسیط، 2: 665) [↑](#endnote-ref-8)
9. (تاج العروس، 38: 416) [↑](#endnote-ref-9)
10. **جوہری**

    جوہری، مشہور عربی لغت دان، کا مکمل نام اسماعیل بن حماد الجوہری تھا۔ آپ کی ولادت 10ویں صدی عیسوی میں فاراب (موجودہ قازقستان) میں ہوئی۔ آپ نے عربی لغت "الصحاح" تحریر کی، جو عربی زبان کی بنیادوں میں شمار ہوتی ہے۔ آپ کی وفات 393ھ 1003ء میں ہوئی۔

    (ابن اثیر، "الکامل فی التاریخ") [↑](#endnote-ref-10)
11. (تفسیر ماتریدی، 10: 420) [↑](#endnote-ref-11)
12. (تفسیر کبیر، 31: 54) [↑](#endnote-ref-12)
13. **حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ:**

    حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ، مشہور صحابی رسول ﷺ تھے۔ آپ کا مکمل نام عبداللہ بن قیس بن زید تھا۔ آپ نابینا تھے اور مؤذن رسول ﷺ کے طور پر مشہور ہوئے۔ آپ ہجرت مدینہ کے بعد اسلامی معاشرے کے اہم افراد میں شامل ہوئے۔ آپ نے جنگ قادسیہ 16ھ میں شرکت کی اور وہیں شہید ہوئے۔

    (سیرت ابن ہشام، 1: 210) [↑](#endnote-ref-13)
14. (روح المعانی، 15: 244) [↑](#endnote-ref-14)
15. (لسان العرب، 15: 258) [↑](#endnote-ref-15)
16. (تفسیر طبری، 24: 220) [↑](#endnote-ref-16)
17. (ترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل القرآن، 2906) [↑](#endnote-ref-17)
18. **حارث تابعیؒ:**

    حارث تابعیؒ، جن کا مکمل نام حارث بن یزید تھا، تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ ابتدائی اسلامی تاریخ کے اہم علماء میں شامل تھے۔ ان کے متعلق محدود معلومات ہیں، لیکن ان کی شخصیت کا ذکر حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے۔ (ابن خلدون، "تاریخ ابن خلدون") [↑](#endnote-ref-18)
19. **امام جعفر صادق:**

    امام جعفر صادقؒ (المتوفی: 765ء) اہل بیت کے مشہور امام اور عظیم محدث و فقیہ تھے۔ آپ کا مکمل نام جعفر بن محمد الصادق تھا۔ آپ نے اسلامی علوم کو منظم کیا اور اپنے شاگردوں کے ذریعے مختلف علمی شعبوں میں خدمات انجام دیں۔ (الطبقات الکبری لابن سعد، 5: 314) [↑](#endnote-ref-19)
20. (التعریفات للجرجانی، 62) [↑](#endnote-ref-20)
21. (مقاییس اللغہ، 3: 334) [↑](#endnote-ref-21)
22. (تفسیر ابن کثیر، 8: 321)

    **References**

    (Tafsir Munir lil-Zuhayli, 30: 56)

    (Tafsir Ibn Kathir, 8: 319)

    (Lisan al-Arab, 6: 128)

    (Tafsir Samarqandi, 3: 546)

    (Tafsir al-Razi, 31: 54)

    (Tafsir Kashaf, 4: 701)

    (Tafsir Basit, 23: 212)

    (Al-Mu‘jam al-Wasit, 2: 665)

    (Taj al-‘Arus, 38: 416)

    **Jawhari:**  
    Jawhari, a famous Arabic lexicographer, had the full name Isma’il ibn Hammad al-Jawhari. He was born in the 10th century CE in Farab (present-day Kazakhstan). He authored the Arabic lexicon *Al-Sihah*, which is considered foundational in the Arabic language. He passed away in 393 AH / 1003 CE.

    (Tafsir Maturidi, 10: 420)

    (Tafsir Kabir, 31: 54)

    **Hazrat Abdullah ibn Umm Maktum (RA):**  
    Hazrat Abdullah ibn Umm Maktum (RA) was a well-known companion of the Prophet ﷺ. His full name was Abdullah ibn Qais ibn Zaid. He was blind and became famous as the muezzin of the Prophet ﷺ. After the migration to Medina, he became one of the prominent members of the Islamic society. He participated in the Battle of Qadisiyyah in 16 AH and was martyred there.  
    *(Seerah Ibn Hisham, 1:210)*

    (Ruh al-Ma‘ani, 15: 244)

    (Lisan al-‘Arab, 15: 258)

    (Tafsir Tabari, 24: 220)

    (Tirmidhi, Abwab Fada’il al-Quran, Bab ma ja’a fi Fadl al-Quran, 2906)

    **Harith Tabi‘i (RA):**  
    Harith Tabi‘i (RA), whose full name was Harith ibn Yazid, was among the Tabi‘in. He was an important scholar in the early Islamic period. Limited information is available about him, but his personality and contributions are mentioned in books of Hadith and history.  
    *(Ibn Khaldun, “Tarikh Ibn Khaldun”)*

    **Imam Ja‘far al-Sadiq (RA):**  
    Imam Ja‘far al-Sadiq (RA) (d. 765 CE) was a prominent Imam of Ahl al-Bayt and a great scholar and jurist. His full name was Ja‘far ibn Muhammad al-Sadiq. He organized Islamic sciences and, through his students, contributed to various fields of knowledge.  
    *(Al-Tabaqat al-Kubra, Ibn Sa‘d, 5:314)*

    (Al-Ta‘rifat lil-Jurjani, 62)

    (Maqayis al-Lughah, 3: 334)

    (Tafsir Ibn Kathir, 8: 321 [↑](#endnote-ref-22)